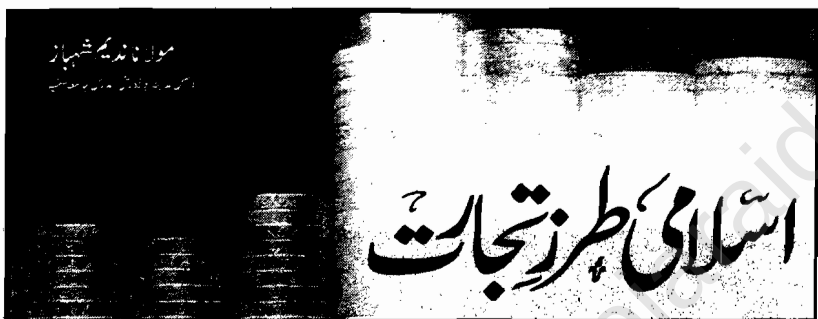




تجارت کا لغوی معنی سوداگری اور سرمایہ کے ہیں۔ تجارت کا اصطلاحی مفہوم واضح کرتے ہوئے علامہ راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

التجارة التصرف في رأس المال طلبا للربح
ترجمہ: تجارت اصل سرمایہ میں اس طرح تصرف کرنے کا نام ہے جس سے منافع ہو۔
اہمیت تجارت:
اللہ جل جلالہ کا ارشاد گرامی ہے:

ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل الا ان تكون تجارة عن تراض منكم [النساء ۴/۲۹]
ترجمہ: اپنے مالوں کو اپنے درمیان باطل طریقہ سے نہ کھاؤ بلکہ باہمی رضا کے ساتھ تجارت کی راہ سے نفع کھاؤ۔
کنز العمال میں ہے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:
عليكم بالتجارة فان فيها تسعة اعشار الرزق
ترجمہ: تجارت کیا کرو اس میں رزق کا 9/10 حصہ ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

التاجر الصدوق الأمين مع النبيين والصديقين والشهداء

ترجمہ: سچے اور امانتدار تاجر کا مشرعیوں، صدیقیوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا [ترمذی، کتاب البیوع]
مندرجہ بالا خصوص سے تجارت کی اہمیت واضح ہوتی ہے اور ان میں تاجروں کیلئے خوشگوار انجام کی نوید سنائی گئی ہے۔ اور یہ وہی پیشہ ہے جسے نبیوں، رسولوں، صحابہ، تابعین اور دیگر ائمہ عظام نے اختیار کیا۔ حضرت ابراہیم، اسماعیل، شعیب، لقمان، صالح، یحییٰ اور زکریا علیہم السلام مختلف اشیاء کی تجارت کے پیشہ سے وابستہ رہے۔ یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے نبوت سے قبل بارہ سال تک تجارت کی تھی اور اس قدر ترقی اور وسعت نصیب ہوئی کہ آپ کا مال تجارت شام، یمن، حبشہ اور بحرین وغیرہ کی منڈیوں میں بکتے کیلئے جایا کرتا تھا اس سلسلہ میں آپ نے دو مرتبہ ملک شام کی طرف سفر بھی کیا۔ ابوداؤد میں حضرت سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ اعلان نبوت سے قبل میرے شریک تجارت تھے۔ معاملہ ہمیشہ صاف

فرماتے۔ [تاریخ ابن جریر]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے۔ خود فرماتے ہیں:

لقد علم قومی ان حرفتی لم تکن تعجز عن منولة اهلی

میری قوم خوب جانتی ہے کہ میرا کاروبار میرے اہل و عیال کی کفالت سے عاجز نہیں ہے۔ مقام رخ پردینہ میں آپ کا کپڑے کا کارخانہ تھا حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بہت بڑے سوداگر تھے سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ اور ان کے درمیان مواخات قائم ہوئی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ مالدار آدمی تھے انہوں نے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ کو آدھا مال دینا چاہا تو حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

بارک الله لك في اهلك وملكك دلوني على السوق

ترجمہ: اللہ آپ کے اہل و عیال اور مال میں برکت دے تم مجھے بازار کا راستہ بتا دو [بخاری]

چنانچہ انہوں نے تجارت کی اور تھوڑے ہی عرصہ میں دوسروں سے بے نیاز ہو گئے۔

اسی طرح حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما بہت بڑے تاجر تھے۔ [الاستیعاب]

اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی کپڑے کی تجارت فرماتے امام المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کپڑوں کے عظیم تاجر تھے۔

امام شہاب الدین زہری مشہور محدث خالدا الخلفاء امام قدوری اور علامہ کرقی رحمہم اللہ انھیں سب پیشہ تجارت سے منسلک تھے۔

پیشہ تجارت کی تاریخ پر اگر نظر دوڑائی جائے تو یہ تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی خود حضرت انسان کی تاریخ پرانی ہے۔

احتیاج برائے معاشرہ کی قدامت کے ڈاٹھے اس وقت سے ملے ہیں جن دن اور جس وقت پہلے پہل دو انسانوں نے

آپس میں اپنی دو مطلوبہ چیزوں کا تبادلہ کیا تھا۔ مرد و زمانہ کے ساتھ ساتھ یونانیوں نے اس پیشہ کو بام عروج بخشنا اور باہل شہر

عالمی منڈی بن کر منصفہ شہور پرا بھرا۔ بھر دویوں کا دور آیا اور تجارت زوال پذیر ہو گئی۔ پھر عرب کی طرف تجارت کا رخ پھرا۔

اگرچہ وہاں کی کاشتکاری اور صنعت و حرفت کا بھی دور تھا لیکن عرب کی داخلی اور پڑوسی زمین نے عربوں کو تجارت پیشہ بنادیا۔

قریش کے تجارتی قافلے، منڈیاں، درآمدات، برآمدات، تجارتی معاہدے، رائج سکے اور وزن کے پیمانے تاریخ

تجارت کا ایک حصہ ہیں۔ اللہ کریم نے قریش کی تجارت کا تذکرہ قرآن کریم میں بایں الفاظ فرمایا:

لا يَنْفَعُ قُرَيْشٌ اِيْلَهُمْ وَحِلَّةُ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ لِيُعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ الَّذِي اطْعَمَهُمْ مِنْ جَوْعٍ

وَأَمَّنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ

ترجمہ: قریش کے دلوں میں اللہ ڈالنے کیلئے سردی اور گرمی کے سفر کی ہمیں کن کو چاہئے کہ وہ عبادت کریں اس گھر کے

مالک کی جس نے ان کو بھوک سے کھانا کھلایا اور ڈر سے امن دلایا۔

قریش تاجر پیشہ تھے سال میں بغرض تجارت دو سفر کرتے تھے ایک جاڑے میں یمن کی طرف اور دوسرا گرمی میں شام کی

طرف جو سرسبز اور سرسبز ملک ہے۔

آخر کار فاران کی چوٹیوں سے نور نبوت کی کرنیں طلوع ہوئیں اور زندگی کے تمام شعبہ جات میں پھیل گئیں۔ اور دیر سے

دھیرے دیکھتے ہی دیکھتے زندگی کا ہر گوشہ عدل و مساوات کی تصویر نظر آنے لگا۔ اور ہر قابل اصلاح معاملہ کی اصلاح ہوئی۔ اللہ عزوجل نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے پیغمبر علیہ السلام کے اوصاف کا تذکرہ کچھ اس انداز سے فرمایا:

يَا مَعْرُوفُ بِمَا مَعْرُوفٍ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيَجْعَلُ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيَحْرُمُ عَلَيْهِمُ الْخَبِيثَاتِ وَيُضَعُّ عَنْهُمْ أَصْرَهُمْ وَالْأَغْلَلَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ

ترجمہ: وہ ان کو اچھے کام کرنے کا حکم دیتا ہے اور برے کاموں سے منع کرتا ہے۔ اور پاکیزہ چیزیں حلال کرتا ہے اور پلید چیزیں ان پر حرام کرتا ہے اور ان سے بوجھ اور طوق اتارتا ہے جو ان پر تھے۔

معلوم ہوا کہ صلح اعظم علیہ السلام نے بہت سی چیزوں کی اصلاح فرمائی اور انہی اصلاح طلب امور میں سے ایک تجارت بھی تھی جس میں نا انصافی، ظلم و ستم، دھوکہ فراڈ، اور سود و غریبہ کا ہر حربہ آزمایا جا رہا تھا۔ اور ناحق لوگوں کا مال ہضم کیا جاتا۔

ابن اخطی رحمۃ اللہ علیہ ذکر کرتے ہیں یمن کے شہر زبید سے ایک آدمی مکہ مکرمہ میں سامان تجارت بیچنے کیلئے لایا وہ سارا سامان عاص بن وائل نے خرید لیا اور زبیدی کو قیمت دینے سے انکار کر دیا اس نے قریش کے تمام قبائل کے سامنے ہر طرح حق دلوانے کا مطالبہ کیا لیکن انہوں نے عاص کے خلاف اس کی مدد سے انکار کر دیا آخر کار جنبل ابوقیس پر چڑھ کر اپنے ستم رسیدہ ہونے کا تذکرہ کیا یہ کلمات اس وقت زبیر بن عبدالمطلب نے سنے تو اس نے اپنے حلیفوں کو عبداللہ بن جدعان کے گھر اکٹھا کیا اور سب نے مل کر وعدہ کیا کہ واللہ ہم سب مظلوم کی مدد کیلئے ظالم کے خلاف ایک ہاتھ کی طرح متحد رہیں گے۔ اس کا نام ”حلف الفضول“ رکھا گیا۔ جس میں آنحضرت ﷺ نے بھی شرکت کی۔ آپ فرمایا کرتے تھے مجھے اس کے بدلے سرخ اونٹ بھی پسند نہیں۔ تو اس تنظیم نے اس زبیدی کا حق عاص بن وائل سے لیکر دیا۔ [مختصر سیرۃ صفحہ ۴۷]

اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے نجاشی بادشاہ کے دربار میں لوگوں کے ناحق مال کھانے کا تذکرہ کیا اور کہا پھر ہمارے پاس ایک پیغمبر آیا جس نے ہمیں ظلم کی جگہ عدل و انصاف کا سبق پڑھایا۔

اسلام دنیا کا وہ آفاقی مذہب ہے جو زندگی کے ہر پہلو کو منظم اور بہتر کرتا ہے اور اسلام نے تجارت کے سلسلہ میں ایسے راہنما اصول مقرر کئے کہ سرمایہ دارانہ ظالمانہ لٹیکس اور نامعقول ڈیوٹیوں کو ختم کر کے اپنے مزاج کے مطابق عدل و انصاف پر مبنی قوانین وضع کئے۔ پھر اسلامی تجارت نے اتنی ترقی کی جس کا ذکر کرتے ہوئے عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں کہ کیا واقعہ ہمارے اسلاف نے تجارت کے میدان میں پوری دنیا کی امامت کے فرائض سرانجام دیئے ہیں۔ ان کا وجود شرق و غرب کی تجارت کیلئے کلیدی حیثیت رکھتا تھا۔ تمام تجارتی گز رنگہ ہیں [درہ دانیال، جبل الطارق، نہر سویر اور جزیرہ المالہ] مسلمانوں کے قبضہ میں تھیں۔ اور بلا وجہیں تک رسائی ممکن ہوئی اور تاریخ عالم میں جن بندرگاہوں کے نام ملتے ہیں وہ انہیں کی مرہون منت ہیں جن میں انطاکیہ، طرابلس، الجبلہ، قلازم، جدہ، عدن، بغداد، المریہ، فلپائن، کی بندرگاہیں قابل ذکر ہیں۔ تیسری صدی ہجری میں عظیم مصنف ابوالقاسم بن خرداد بہ رحمۃ اللہ علیہ نے بحری اور بری سفر کرنے والے تجارت کیلئے ”دلیل المسافرین“ بھی مرتب کی۔

ایسے سنہری دور کی یادیں ہر مسلمان تاجروں کو سنہری اصول جاننے کیلئے تاب کرتی ہیں جن کی وجہ سے یہ ترقی ممکن ہوئی۔ اگرچہ ان تمام مبادیات کا مفصل تذکرہ کتب فقہ کا حصہ ہیں تاہم اسلامی طرز تجارت کے اجمالاً چند اصول تحریر کئے جاتے

ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ تجارتی اخلاقیات

اسلام چاہتا ہے تجارت پیشہ افراد اخلاق حسنہ سے متصف ہوں وہ اخلاق حسنہ یہ ہیں۔ صدق و امانت، ویاہت، معاملات کی صفائی اور اگر نگرار ہو جائے تو نرم گفتگو اور عزت نفس کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔

رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے:

رحم الله رجلا سمحا اذا باع واذا اشترى واذا اقتضى

ترجمہ: اللہ کریم کی رحمت ہو اس شخص (تاجر) پر جو جب کبھی کوئی چیز بیچے، خریدے اور قرض واپس لینے کا مطالبہ کرے تو نرم گوئی اور درگزر کی کامیابی حاصل کرے (بخاری)

تجارتی اخلاق حسنہ کو آپ ﷺ نے ایک دوسرے انداز میں یوں ادا فرمایا:

البیان بالخيار ما لم يفترقا فان صدقا وبينا بورك لهما في بيعهما وان كتما وكذبا محقت بركة بيعهما
ترجمہ: بائع اور مشتری کو [بیچ جاری کرنے یا فتح کرنے کا] اختیار ہے جب تک کہ جہاد نہ ہو جائیں۔ اور اگر دونوں سچائی کو اختیار کریں اور عیوب کی وضاحت کر دیں تو انہیں ان کی تجارت میں برکت دی جائیگی اور اگر انہوں نے عیوب کو چھپایا اور جھوٹ بولا تو ان کی بیچ کی برکت منادی جائے گی (بخاری و مسلم)

۲۔ ذخیرہ اندوزی

شریعت اسلامیہ کی رو سے ذخیرہ اندوزی (احتکار) یہ ہے کہ کوئی شخص غلہ یا دیگر اجناس کی بڑی مقدار اس لئے اکٹھا کرے تاکہ بازار گراں ہو جائے اور صارفین میں اس چیز یا جنس کی مانگ کا مرکز وہ ہی بن جائے اور لوگ مجبور ہر کر اس ذخیرہ اندوز سے اس کی شرائط اور مقرر کردہ نرخوں کے مطابق خریدیں۔ ایسی مصنوعی قلت پیدا کرنے والے انسان دشمن تاجر کے نفسیاتی عمل اور اس کے انجام کی اطلاع حضور اکرم ﷺ نے اس طرح دی ہے:

الجالب مرزوق والمحتكر ملعون

ترجمہ: سوداگر کو رزق ملتا ہے اور ذخیرہ اندوز لعنتی ہے۔

اس ضمن میں علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دوکاندار کو ذخیرہ اندوزی سے منع کیا اور ساتھ ہی آنحضرت ﷺ کا حکم اتنا ہی بھی سنایا کہ وہ باز نہ آیا اور نتیجتاً وہ کوڑھ کی بیماری میں مبتلا ہو گیا (المعنی باب الاحتکار)

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک ذخیرہ اندوز کا غلہ جلا دیا (نیل ۱۸۱/۲)

احتکار کی موجودہ شکل مندرجہ ذیل ہے:

چند کمپنیاں مل کر ایک وحدت قائم کرتی ہیں اور کسی شے کی پیداوار اور قیمت پر اجارہ داری قائم کرتی ہیں۔

ب/ چندل ماکان یا کارخانہ داران مل کر بازار میں ایک قیمت طے کر لیتے ہیں اور پھر گاہکوں کا استحصال کرتے ہیں۔ اگر بازار میں ذخیرہ کی جانے والی چیز کی کمی نہ ہو اور قیمتوں پر کوئی اثر نہ ہو تو احکام میں کوئی حرج نہیں۔

۳۔ ملاوٹ

جسے آج کل کاروباری ہنر اور نفع آوری کا بہترین ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ اسلامی قانون تجارت میں یہ انسانیت سوز عمل ہے۔ ایسے انسان دشمنوں، آستیوں کے سانپوں کو شاید یہ احساس نہیں کہ وہ اپنے اس قبیح عمل سے آنحضرت ﷺ کے امتی ہونے کے اعلیٰ منصب سے محروم ہونے کا خطرہ مول لے رہے ہیں۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

من غش فلیس منا

ترجمہ: جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں (مسلم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو ایک وفد ایک گوالے کا پانی ملاو دھ زمین پر بہا دیا تھا (خیل: ۱۸۱/۲)

۴۔ جوا، سٹہ بازی

تجارت میں جوا اور سٹہ بازی مختلف انداز میں پائی جاتی ہے۔ عہد جاہلیت میں اس کی چند شکلیں ملاوٹ، منابذہ اور محافلہ وغیرہ تھیں۔ جنہیں اسلام کے عادلانہ نظام تجارت نے حرام قرار دے دیا۔ موجودہ دور میں لائری، نمبر حاصل کرنا، مہذب تجارتی جوئے کی شکلیں ہیں۔ یہ امر معاشرتی امن کو دیکھ کی طرح کھا جاتا ہے۔ اسلام نے جوئے کی تمام صورتوں کو حرام قرار دیا ہے۔ علامہ اقبال کہتے ہیں:

ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے

سود ایک کا لاکھوں کیلئے مرگ مفاعبات

۵۔ ناپ تول میں کمی

اسلامی تجارت کے بابرکت اور باوقار پیشہ کو ناپ پاک اور بے وقار بنانے کی ایک مکروہ شکل ہے جس میں حیلہ کے ذریعے ایک تاجر کم مال دے کر زیادہ کے دام وصول کرتا ہے اور اپنے بھائی کی خون پسینی کی کمائی کو بٹورنا چاہتا ہے۔ یہ ایک ایسی لعنت ہے جس میں بعض امم سابقہ کے بددیانت تاجر بھی مبتلا تھے۔ اور جب رسول کریم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں وہاں کے لوگ بھی ماپنے میں بڑے خبیث تھے۔ علامہ زنجیری اس ضمن میں ایک شخص کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ابوہریرہ کے پاس دو پیانے تھے وہ ایک خریدنے کیلئے دوسرا فروخت کرنے کیلئے استعمال کرتا تھا (الکشاف: سورہ مطففین)

اسلام تو اس سلسلہ میں مساوات سے آگے احسان کا حکم دیتا ہے۔ آنحضرت ﷺ ایک دن بازار سے گزر رہے تھے ایک شخص کو دیکھا جو پیشہ دروزن کرنے والا تھا۔ آپ علیہ السلام نے تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

زن وارجع

ترجمہ: تول اور جھکا کے تول

یہ تعلیم قیامت تک آنے والے تاجروں کیلئے وصیت کا درجہ رکھتی ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام بھی اپنے بھائیوں کیلئے کہتے ہیں:

الانرون انی اوف الکیل وانا خیر المنزلین

ترجمہ: تم دیکھتے نہیں میں پورا پورا پیمانہ بھر کے دیتا ہوں اور مہمان نوازی بھی اچھی طرح کرتا ہوں۔

۶۔ سود

پیشہ تجارت میں سب سے بڑا استحصالی حربہ سود ہے جس سے سرمایہ دار غریب مجبور کا خون چوستا ہے۔ اور خونخوار بھیڑیا نظر آنے لگتا ہے سرمایہ دارانہ نظام نے اس کو اتنا رواج دیا ہے کہ ساری دنیا اس کے دامن تذبذب میں گرفتار ہے۔ ایک منظم سازش کے ذریعے سرمایہ دار اور بیکار (حکومت ہو یا افراد) تجارتی سود کے ہتھیار سے معاشی دوڑ میں پیچھے رہ جانے والے حاجت مندوں کا خون میخوڑتے ہیں۔ اور اس نظام کی کوکھ سے جنم لینے والا یہ سرمایہ دار درندہ مظلوموں کی کراہوں سے لطف اندوز ہوتا ہے یہی وہ یہودی نظام ہے جس کی وجہ سے پوری دنیا کو غلام بنایا جا رہا ہے۔ جو ان کی شروع سے عادت رہی ہے۔ اسلام نے اس شجر ملعونہ کو روز اول سے ہی جڑ سے کاٹ کر رکھا ہے۔ اعلان الہی ہے:

واحل الله البيع وحرم الربو

ترجمہ: اللہ کریم نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔

حرمت سود کے ساتھ یہ رعایت بھی نہ دی گئی کہ جو سابقہ سودی رقم مقروض کے ذمہ باقی رہ گئی اسے ہی وصول کر لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وذروا ما بقی من الربو ان کنتم مومنین

ترجمہ: جو سود تمہارا باقی رہ گیا اسے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔

سود خور ہر وقت ہل من مزید کے نعرے لگانے والا لوگوں کے معاشی ذرائع پر زبردستی قبضہ کرنے کی فکر میں رہتا ہے۔

اور پھر اپنی اس دیوانگی پر اس دلیل بے بنیاد کا سہارا لینے کی کوشش کرتا ہے کہ تجارت اور سود دونوں کا مقصد ایک ہی ہے وہ ہے قدر زائد، بڑھوتری اور سرمایہ میں اضافہ اس لئے اس امر کی وضاحت ضروری ہے۔ لہذا مندرجہ ذیل فروق ذہن میں رکھنا ضروری ہیں۔

۱/ اسلامی طریقہ بیع میں فریقین (بائع و مشتری) کے درمیان حقیقی رضا رغبت ہوتی ہے جبکہ سود میں ایک فریق (سرمایہ دار) کیلئے حقیقی خود غرضانہ رضا رغبت اور دوسرے فریق (مشتری) کیلئے مصنوعی رضا مندی وہ بھی اضطراب اور اکراہ کے ساتھ ہوتی ہے۔

ب/ اسلامی تجارت میں فریقین میں باہمی تعاون و اشتراک ہوتا ہے جبکہ سود میں یہ تعاون سرے سے مفقود ہوتا ہے۔ بلکہ ایک طرف سرمایہ دار یا بینک کی یقینی ترقی اور خوشحالی جبکہ دوسری طرف غریب قرض خواہ کے افلاس و بے بسی کا تماشا ہوتا ہے۔
ج/ اسلامی تجارت میں فریقین کے لئے حصول نفع کے یکساں مواقع ہوتے ہیں جبکہ سود میں ایک طرف سرمایہ دار کا یقینی نفع اور دوسری طرف محتاج غریب کا یقینی خسارہ ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا فرق جاننے کے بعد ہر ذی شعور چاہے وہ قوانین تجارت و معاشیات کا ادنیٰ طالب علم کیوں نہ ہو وہ تجارت اور سود کے درمیان فرق باسانی کر سکتا ہے۔

۷۔ قسم اٹھانا

دوران بیع زیادہ منافع پانے کی حرص کبھی کبھی بائع کو قسمیں اٹھانے پر مجبور کرتی ہے ایسی قسموں کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

ایاکم و کثرة الحلف فی البیع فانہ ینفق ثم یمحق (مسلم)

ترجمہ: خرید و فروخت میں زیادہ قسمیں اٹھانے سے بچو یہ امر سودا بیچنے کا سبب تو بن جاتا ہے پھر برکت کو مٹا دیتا ہے۔
علاوہ ازیں شریعت اسلامی نے تجارت میں ناجائز منافع خوری، دھوکہ اور فراڈ کے ہر جدید استحصالی حربے کا عمومی طور پر سد باب کیا ہے اللہ کے رسول ﷺ نے غرر (دھوکہ) سے منع فرمایا ہے۔

مندرجہ بالا ضوابط و قوانین تجارت سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام مکمل طور پر استحصالی طبقہ کی حوصلہ شکنی کرتا ہے اور مکمل عادلانہ طرز تجارت کا حامی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے نہ صرف قوانین تجارت لوگوں تک پہنچائے بلکہ خود ایسے سنہری اصولوں کے مطابق بالفعل تجارت کر کے بھی دکھائی اور اسی عمل کا نتیجہ تھا کہ دنیا کا صادق و امین اور عرب کی طاہرہ (آنحضرت ﷺ) اور حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا (رشتہ از وواج میں منسلک ہوئے۔

اسلامی معیشت کی بنیاد جان لینے کے بعد یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ شریعت اسلامی نے نہ صرف بائع اور مشتری کے لئے راہنما اصول مقرر کئے ہیں بلکہ منڈیوں اور بازاروں کی قیمتوں کا عادلانہ معیاری نظام قائم کیا ہے۔

اسلام نے حکومت یا کسی بیرونی طاقت کو یہ حق نہیں دیا کہ وہ اپنے آہنی پنجوں سے قیمتوں کو ایک معیار پر کس دے اور یوں اس آہنی پنجے میں طلب و رسد کے قدرتی نظام کو جکڑ دیا جائے البتہ حکومت کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ مصنوعی قلت کو ختم کرنے کی کوشش کرے۔ اجارہ داری کے تمام مکروہ جیلوں کو ختم کرے اور اگر قدرتی آفات یا ناگہانی صورتوں سے اشیاء کی قلت پیدا ہو تو حکومت اس کو ختم کرنے کیلئے بیرونی ذرائع سے اشیاء حاصل کرے اس سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظیر قابل تقلید ہے۔
جب ۱۸ ہجری میں مدینہ منورہ اور آس پاس کے علاقوں میں قحط کے آثار نمودار ہوئے اور قیمتیں چڑھ گئیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے مصر و شام سے غلہ اور ضروریات زندگی کے قافلے منگوائے اور یوں قیمتیں اپنی سطح پر آ گئیں (سیرۃ عمر لابن جوزی)

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کی آپ قیمتیں مقرر کر دیں تو آپ نے فرمایا:

إن الله هو الرزاق الباسط المسعر

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ رزاق کشادگی پیدا کرنے والا اور قیمتیں مقرر کرنے والا ہے (ترمذی)

یعنی بھاء و کا تار چڑھاؤ اللہ جل جلالہ کی مرضی سے ہوتا ہے۔

تجارتی منڈیوں میں نظام حبہ بھی شریعت مطہرہ کا ایک سنہری باب ہے اس کا ذخیرہ کا آغاز بھی نبی کریم ﷺ نے اپنے مبارک عہد میں کر دیا تھا آپ بنس نفیس بازار میں تشریف لے جاتے اور تجارتی سرگرمیوں کی نگرانی فرماتے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ مو علی صبرۃ طعام فادخل یدہ فیہا فالت اصابعہ بلل فقال یا صاحب الطعام قال اصابتہ السماء یارسول اللہ ، قال : افلا جعلتہ فوق الطعام حتی یراہ الناس من غش فلیس منا (مسلم، بیوع)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک اناج کے ڈھیر کے پاس سے گزرے اور اس میں اپنا ہاتھ ڈال کر دیکھا تو انگلیاں تر ہو گئیں تو پوچھا اسے اناج والے یہ کیا ہے؟ اس نے کہا اے اللہ کے رسول اس پر آسمان سے پانی برس رہا ہے آپ نے ارشاد فرمایا: پھر تو نے اسے اناج کے اوپر کیوں نہ رکھ دیا تاکہ لوگ اسے دیکھ لیتے، جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ کو اس کام کیلئے مقرر کیا تھا اور خود بھی یہ کار خیر انجام دیتے۔

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد مسلمان خلفاء نے نظام حبہ کو مضبوط تر اور اس کا دائرہ وسیع کر دیا۔

فقہاء اسلام کے کی تحقیق مطابق بازار کے محتسب کی ذمہ داریوں میں صرف اشیاء کے خالص یا ناخالص ہونے پر ہی موقوف نہ تھا بلکہ وہ تو تجارت سے یہ مطالبہ بھی کرتا تھا کہ کیا وہ تجارتی کاروبار کے اسلامی اصولوں سے واقف بھی ہیں یا نہیں علامہ شیخ عبدالحی الکتانی رحمۃ اللہ علیہ ”التراتیب الاداریہ“ میں لکھتے ہیں:

كان المحتسب یمشی فی الأسواق ویقف علی الدکان یمسأل صاحبه عن الأحکام النی تلزمہ فی سلعته من این یدخل علیہ الربا فیہا وکیف یحترز منها فان اجابه ابقاه فی الدکان وان جہل شیئا من ذالک اقامہ من الدکان

ترجمہ: محتسب بازاروں میں چلتا اور دوکان میں جا کر دوکاندار سے وہ مسائل دریافت کرتا جن کا معلوم ہونا اس کے لئے اپنا سودا سلف بیچنے کیلئے لازمی تھا مثلاً خرید و فروخت میں سود کہاں کہاں سے داخل ہوتا ہے اس سے کیسے چمکا را یا جاسکتا ہے اگر دوکاندار سوالات کے جوابات درست دے دیتا تو اسے دوکان میں بیٹھنے دیتا اور اگر وہ ان میں سے معمولی جواب بھی صحیح نہ دے پاتا تو محتسب اس کو دوکان سے اٹھا دیتا۔ معلوم ہوا کہ اسلامی طرز تجارت نہ صرف معاشی ضرورت کا حل ہے بلکہ یہی طرز تجارت ذریعہ برکت و فلاح، خدمت خلق اور تعاون بین الناس کا نمونہ ذریعہ بھی ہے۔

☆☆☆☆☆☆